اُردو تنقید کی تہذیبی بنیادیں اور مخطوطہ شناسی کی روایت

مظفر حسین [21]؎ ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد**

Abstract:

"Criticism is a very important aspect of any language's literature. A language takes centuries, even more, to evolve. It is a slow, long, constant, and natural process to evolve. Hafiz Mahmood Sherani and Shams-ur-Rahman Farooqi have described in detail that the even the word Urdu was in use much earlier than the Mughal period. In Urdu has its literary and cultural traditions which are more composite in nature and its roots are in the Arabic and Persian language. The study of Urdu criticism origin, basis and theories that The Urdu criticism structured with the history of Muslim era in subcontinent, reflecting the fact that Arabic and Persians critic theories contributed in Urdu criticism Ameer Khusrau (died 1325) contributed in criticism need to restudy in this regard.

Islamic civilization formed the back ground and basis for Urdu language literature and specially its criticism out of Persian calligraphy and the art of illuminating manuscripts. Islamic Civilization under the teachings of Islam, and intelligent Muslims patronage developed the art of criticism. Muslims critics, writers and poets vided its field. Popular myths are deep rooted that Urdu criticism is taken from English language, Urdu much earlier than that brief, Urdu is much older than just a few hundred years and its roots go right back to Islamic Arabic, Persian civilization. Manuscripts of saints, and others, are an assets and very important source, to find out the basis evolution of criticism in Urdu."

تہذیب عربی زبان کا لفظ ہے۔ تہذیب کا مادہ ھ ذب ہے جس کے لغوی معنی درخت یا پودےکوتراشنایا کاٹ چھانٹ کرنا ہے تاکہ نئی شاخیں نکلیں۔ "لسان العرب" میں لفظ تہذیب کی بابت درج عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی چیز کو صاف ستھرا کرنا اور انتخاب کرنا کے ہیں لوگوں میں تہذیب سے مراد ان کو خامیوں سے پاک کرنا اور عیبوں سے پاکیزہ کرنا ہے۔ (1) 'لاروس' کے مطابق ھذب الشجرہ وغیرہ قطعہ و نقاہ واصلحہ نزع عنھا اللیف الشئی مال (2) فارسی لُغت کے مطابق شعر یا نثر پر اصلاح دینا، کلام کی درستی کرنا (3) اکسفورڈ ایڈوانس لرنرز ڈکشنری کے الفاظ یہ ہیں:

"A State of human society that is very developed and organized."(4)

تہذیب کی تعریف پر بھی اختلاف رائے ہے۔تاہم تہذیب کا لفظ سنتے ہی ذہن میں شائستگی شرافت اور خوب صورتی کا ایک تصور اُبھرتا ہے۔۔تہذیب اِن ہی دو عناصر سے مرکب ہے جو شہد کی مکھی کے چھتے میں پائے جاتے ہیں اِس چھتے میں موم بھی ہوتی ہے اور شہد بھی۔

کسی قوم کی تہذیب کو بس اِس سے جانچنا چاہیے کہ اِس میں کس قدر علمی نور اور روحانی تنویر ہےاور زندگی کے مقابلہ میں اُس نے کس قدر شیرینی پیدا کی ہے۔(۵)

تہذیب،تمدن،ثقافت Border line cases ہیں ان میں اختلاف معنی و مفہوم ضرور ہےلیکن

---

[1]پی ایچ ڈی اسکالر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

** شعبہ اردو، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

ان کی سرحدیں ایک دوسرے کو overlap کرتی ہیں۔[٦]

اردو ادب میں حسن عسکری نے سب سے پہلے تہذیبی مباحث پر بحث کی۔ حسن عسکری نے پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد پاکستانی ادب میں تہذیبی شناخت کے متعلق سوالات اٹھائے۔

تاریخ زبان و ادب اور دیگر علوم کا مطالعہ بھی اس حقیقت کی غمازی کرتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند میں فارسی سے پہلے عربی نے قدم رکھا۔چوتھی صدی ہجری سے دسویں صدی عیسوی تک برصغیر میں فارسی کا چرچا نہیں ہو سکا، سندھ ملتان قنوج کے حاکم اور مسلمان باشندے عرب یا عربی زبان و تہذیب کے نمائندہ تھے [٧]مسلمانوں کے ارض ہندوستان پر آنے سے مخلوط تہذیب و تمدن پروان چڑھا۔عام طور پر عوامی تعلقات رسم و رواج لین دین کی ضرورتیں ودیگر روزہ مرہ کے معاملات ہی تولید، تجدد ور فروغ زبان کا باعث بنتے ہیں۔مسلمانوں کی آمدِ ہند سے ابتدائی دور میں ہی فروغ دین اور اشاعتِ علم کا سلسلہ عربی میں شروع ہوا۔

علامہ ابوالریحان البیرونی مدتوں تک سندھ اور ملتان میں رہا۔ اس نے یہاں کے علوم سے کسب فیض کیا مگرلکھا عربی میں۔مورخوں نے تاریخ نگاری کے لیے عربی کو ترجیح دی۔ علماء اوراہل علم و فضل نے شرعی مسائل اور فتوے کے لیےعربی کو استعمال کیا۔ واعظ و نصیحت کا زیادہ ترحصہ عربی میں ہوتا رہا۔مسلمان اس تحقیق ہستی کے اخلاف ہیں جسے بارگاہ الہی میں بھی رب ارنی کیف تحیی الموتی اے میرے رب تو کیسے مردوں کو زندہ کرتا ہے؟

مذہبی علوم میں صدیوں تک جو کام ہوا وہ عربی زبان میں ہوا اور یہ سلسلہ تاحال جاری ہے۔ اہل ہند نے عربی و فارسی میں اتنی مہارت حاصلی کر لی ان دونوں بدیسی زبانوں میں خوبصورت شاعری بھی کی۔ مدرسوں میں وہی نصاب رائج ہوا جو اسلامی تہذیب کے سفر میں وقت کے ساتھ ساتھ بغداد،بخارا،اور سمرقند میں رائج تھا۔ دین کی زبان عربی تھی۔تمام کتب عربی میں تھیں۔وزیروں،مشیروں،قاضیوں اور منشیوں کے لئے جن علوم اور جس زبان میں مہارت کی ضرورت تھی،وہ علوم عربی میں تھے۔ حکمران اور اعلیٰ عہدداران عربی دان تھے۔مسائلِ فقہ و فلاح، فضائل شرعی، تشریحِ عقاءد، تحقیق عربی میں تھی اور حوالہ عربی میں دیا جاتا۔شعر وادب پر تنقید میں بھی عربی کو فوق حاصل تھا۔

عربی شعرو نقد کی طویل تاریخ ہے۔ عرب شاعرابو الحارث المہشور ،بہ لقب،امراُالقیس (,مْرُؤُ الْقَيْسِ ابْنُ حُجْرٍ الْكِنْدِيِّ Imru al-Qais bin Hujr al-Kindi)بنو اسد قبیلے کے بادشاہ کا بیٹا تھا۔اس کی ماں کا نام فاطمہ تھا جو قبیلہ ء تغلب کے سردار کی بیٹی تھیں۔عربی شاعری کا سرتاج شاعر شمار ہوتا ہے۔ لبید (Labid) نےاسے سب سے بڑا شاعرقرار دیا ہے جب کہ فرزدق (or Abu Firas Al-Farazdaq)نے امراؤالقیس کو عربی کا شاعر اعظم بتلایا ہےاس کا عہدِ شاعری آغازِ اسلام سے چالیس سال قبل کا ہے۔سبعہ معلقہ اس عہد کی سب سے بڑی تنقیدی مجلس ہے۔

سبعہ معلقہ کی مجالس سے لے کر نزولِ سورہ الکوثر تک عہدِ جاہلیہ میں بھی عربی شاعری میں تنقید کا جو میعار تھا کسی دوسری زبان میں اس عہد کے تناظر میں نہیں ملتا۔عرب شعراء اپنے کلام کو تنقید کے لیے دیوارِ کعبہ پر آویزاں کرتے۔

شعر وادب کا ذوق رکھنے والوں کو تنقید وتحسین کی دعوت ِ عام ہوتی۔سبع معلقہ کی یہ قدیم روایت بیت اللہ کی بھی زیب و زینت شمار ہوتی تھی۔تاریخ ادب عربی کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے۔کہ دور جاہلیت میں شاعری کی مختلف اصناف جیسے غزل یا نسیب،فخرو حماسہ،مدح،ہجو،معذرت خوائی،مرثیہ وصف،حکمت وفلسفہ اور ضرب الامثال موجود تھیں ۔[٨]

شعرو شاعری اور ادبی عروج کے اس دور میں نزولِ قرآن ہوتا ہے۔ گو کتب سماوی کے نزول کے باب میں نزولِ قرآن تاریخ عالم کا سب سے بڑا واقعہ ہے۔شاعری پر ناز اور فخر کرنے وا لے اور فنِ شعر کو اپنی پہچان کا طرہ امتیاز قرار دینے والے معاشرہ کی خیال آراءی کا سلسلہ سورہ الکوثر کی تین آیات کے جواب میں بے بس ہو جاتا ہے۔ قرآ ن نے یکسر اس روایت کو رد نہیں کیا،بلکہ اس کے لیے ایک میعار مقرر کیا ۔سورہ الشعرا ،آیات ۲۲۴ تا۲۲۷سورہ یسین آیت ۲۹

اور رسالت ِمآب ﷺ کے ارشادات نے مذمت شعر نہیں بلکہ تہذیب ِ سخن کی۔ ایک موقع پر رسالت مآبﷺ کو مدینہ کے ایک بڑےقبیلہ بنو عیس (Banu Aws) کےمشہور شاعر عنترہ بن شداد العبسی کا یہ شعر سنایا گیا:

ولقدابیت علی الطوی واظلّہ
حتی انال بہ کریم الماکل

میں نے بُہت سی راتیں محنت و مشقت میں بسر کی ہیں،تاکہ اکل حلال کے قابل ہو سکوں۔(میں شریفانہ اور باعزت خوراک حاصل کرنے کے لیے دن اور رات متواتر بھوکا رہ جاتا ہوں۔(۹)

آپ ﷺ سچا شعر سننا پسند کرتے تھے۔آپ ﷺ کی مجلس مبارک میں صحابہ اکرام اپنا کلام سناتے تھے۔ صحابہ اکرام کے ذوق ِ شعر اور ،صلاحیتِ نقد کی تاریخی شہادت موجود ہے۔حضرت حسان بن ثابت،کعب بن مالک،عبداللہ بن رواحہ،کعب بن زہیراور ثابت بن قیس بن شماس عہدِنبویﷺ کے چنیدہ شعراء میں سے تھے، شعر و شاعری کا فن تو مسلمانوں کی گھٹی میں رہا ہے۔

سندھ و ہندہی کیا پورے عالمِ اسلام میں آغاز اسلام سے لے تا حال انفرادی تہذیب و تربیت کی زبان عربی رہی ہے۔نومولود کے کان میں آذان سے سفر ِ مسجد ومکتب تک عربی کا وجود موجود،فرحتِ نکاح سے عالم ِنزع و جنازہ گاہ تک،کفن سے دفن تک گویا لحد سے مہد تک عربی زبان کا سایہ ساتھ رہتا ہے۔ مان لیا جائے کے اجتماعی طور پر عربی بے رواج ہوتی چلی گئی۔نظامِ سرکار میں عربی کے لئے جگہ نہیں۔مسندِ اقتدار کا راستہ عربی سے ہو کر نہیں جاتا۔شعبہ ِ روزگار عربی کو منہ نہیں لگاتا۔ لیکن انفرادی طور پر عربی کا راج ہے۔ صرف برصغیر میں ہی آج بھی لاکھوں طلبہ مدارسِ دینیہ میں دینی علوم کی تحصیل میں مصروف ِ عمل ہیں جن کو نہ خیال ِ روزگار ،نہ ہوسِ اقتدار۔ سرکاری سرپرستی کے بغیر بھی عربی دِلوں میں زندہ رہی، مختصریہ کہ عربی کی آفاقیت کے لیے قرآن کافی ہے۔ تہذیب اسلامی قرآنی تعلیمات اور حضورﷺکے ارشادات سے منور ہے۔

عربی کی بابت امیر خُسرو نے فرمایا :

> ’’عربی زبان میں فارسی کی نسبت وُسعت ذیادہ ہے۔عربی میں ہزار لفظ کے ایک معنی ہیں اور ایک معنی کے لئے ہزار الفاظ ہیں فارسی میں یہ وسعت نہیں ہے۔لیکن فارسی شاعری اپنی تنگ دامانی کے باوجود عربی شاعری پر فوقیت رکھتی ہےاس برتری کی ایک وجہ تو وزن کا اہتمام ہے۔شعر کو بحر اور وزن کے اندر رکھا جاتاہے۔عربی میں زحف کی اجازت ہےجس کی وجہ سے مصرعے ہم وزن نہیں رہتے دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل فارس نے قافیے کے ساتھ ردیف کو ایجاد کیا جس سے شعر کی دلکشی اورآہنگ میں بے حد اضافہ ہوا۔دینی اعتبار سے عربی کو تقدس حاصل ہے لیکن ادب و شاعری کے اعتبار سے فارسی کا پلہ ردیف کی ایجاد کے باعث بھاری ہے۔‘‘(۱۰)

کتب ِ تاریخ و ادب میں ان حقاءق پر سیر حاصل مباحث موجود ہیں کہ اردو زبان ابتدا میں عربی و فارسی کے زیر اثر پروان چڑھی۔عربی شاعری فارسی اُور شاعری کی اُستادِاوّل ہے تاہم غزنوی دور تک ہندوستان میں فارسی کا چلن نہیں تھا اور نہ فارسی کو سندِ علم کاازن ملا تھا ہند میں مسلمانوں کی آمد سے،اُن کی روایت،تعلیمات،بول چال اور طرز معاشرت کا ہندستان کی لوکل بولیوں اور زبانوں، ثقافت پر گہرا ثر پڑا۔عربی،فارسی اور ترکی لُغات مقامی زبانوں کا حصہ بن کر اس زبان میں داخل ہو کر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جذب ہوگئیں۔نئے الفاظ اور نئے خیالات نے احساس و شعور کو نیا سلیقہ دیااور اس کے ساتھ ہی ادبی تخلیق کاسلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

یورپ کی تہذیبوں کا سرچشمہ انجیل کا تفکر ہے جب کہ مسلمانوں کا دین ہے۔مسلمان حکمرانوں کے ساتھ ساتھ صوفیہ نے بھی اس خطے میں علوم دین کے چراغ روشن کیے اور دین کی روشنی میں ہماری تہذیبِ باطن و تہذیبِ معاشرت میں اہم کردار ادا کیا۔اس سلسلے میں صوفیاء کے تذکرےاور ملفوظات خاص اہمیت کے حامل ہیں صوفیاء کے تذکروں میں تصوف کی اصطلاحات اور تنقید حیات کے عمدہ نمونے تنقید کی تہذیبی بنیادوں کے عکاس ہیں۔ خاص طور پر اخلاق و معاملات، تہذیبِ نفس،تہذیبِ لفظ، ذہادو عباد، ترک، تذکیہ ِنفس، ذکر و فکر، سماع، عزلت گزینی اور

خلوت نشینی، محبت الہی، وصال الہی، اسرار و معارف، توحید و شرائع، درود و دعا، اورادو وظائف، رشد وہدایت،محویت، استغراق، مراقبہ، مجاہدہ، کم گوئی، کم خوری، کم خوابی۔ امراہ و سلاطین سے تعلقات و تصادم، ارادت و عقیدت، سفر و تجارت،حج، تہذیبِ باطن و تہذیبِ معاشرت، حب و جاہ، رشک و رقابت، فکر و عشق، جذب و سکر، حرص و طمع، موت وزیارت غرض پاکیزہ نگاہ اور دیگر مسائل و معارف حیات کے عنوانات کا دلچسپ تنقیدی زاویہ صوفیاء کے تذکروں میں موجود ہے۔ جو کہ اردو تنقید نگاری کی تہذیبی بنیادیں ہیں۔

تذکرہ نگاری نےادبی تاریخ نگاری،سوانح نگاری اور تنقید نگاری کی طرف راہنمائی کی۔ تذکرہ نگاری میں واقعات کو وقت، دن، مہینے اور سال کے ذکر کے ساتھ شہادت کے طور پر بڑی احتیاط کے ساتھ لکھا ہے۔ واقعات کی تاریخ لکھنے میں ترتیب اور تنظیم ملتی ہے۔ صوفیاء و اولیاء کرام، مورخین اور شعراء کا قطعہ تاریخ کہنے کا فن اور مادہ تاریخ بیان کرنے کا ہنربھی تہذیبی ذوق کا غماز ہے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کے الفاظ میں :

> ''اُردو عربی،ایرانی اور ہندی تینوں زبانوں کا سنگم ہےاور ان کی منفرد علامت ہے اس زبان میں اِن تینوں زبانوں کی ہمہ گیر صفات یکجا ہو کر ایک جان ہو گئی ہیں۔یہ زبان برصغیر کی معاشرتی،تہذیبی و سیاسی ضروریات کے تحت پروان چڑھی۔لوگوں نےروزمرہ ضرورت کے تحت اسے اپنایا اور مسلم اثرات اور اقتدار کے پھیلاو کے ساتھ برعظیم کے گوشے گوشے میں اس طرح پھیل گئی کہ کو ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک سمجھی اور بولی جانے لگی۔''(۱۱)

سرکاری سرپرستی کی پالیسیاں وقت کے ساتھ ساتھ بدلتی رہیں۔سرکار نے اگر صدیوں فارسی کی پُشت پنائی کی تو اب انگریزی اوڑھنا بچھوناہے۔جدید تہذیب و ترقی کا کوئی خواب، کوئی سپنا،کوئی خیال انگریزی کے بغیر نہیں دیکھا جا سکتا اور یہی حقیقت ِ وقت ہے۔لیکن آنے والے وقتوں میں انگریزی بھی عربی وفارسی کی راہ پر گامزن ہو قصہ پارینہ ہو سکتی ہے کیوں کہ چائینی زبان دھیرے دھیرے سائنس و ٹیکنالوجی کی وساطت سے گلوبل ویلج میں اپنے قدم جما رہی ہے، چائینز لینگوج سیکھنے سکھانے کے ادارے فورٹ ویلیم کالج کی طرز پر نہ سہی لیکن چائینیز طرز پر اپنا کام کر رہے ہیں۔چائنیز مصنوعات نے پورے عالم اور اقبال ؒ کےے ''ستاروں سے آ گے جہاں اور بھی ہیں ''، کو اپنی طرف متوجہ کیا ہے۔COVID-19پر چین نے جیسے قابو پایا، ایک دنیا ورطہ حیرت میں ہے۔

زبان اگر چہ آوٹ آف فیشن اور بے رواج ہو جائے لیکن اُس کے لسانی وادبی اثرات،اصنافِ نظم و نثر کے اسالیب پر اور عہد بہ عہد کی تاریخِ ادب میں زندہ رہتے ہیں ۔

یہ اثرات بعض اوقات ہمہ گیر اور بعض اوقات ان کا حوالہ محض تاریخ ِادب کی خوش نمائی کے لیے ہوتا ہے۔تاہم لسانی مطالعات میں ان کا مطالعہ سود مند ہوتا ہے۔ارسطو،شکسپئیر،امیر خسرو ،ولی،نظیر اکبر آبادی ؒ و دیگر کی زبان آج کس خطہ ِارض میں مستعمل ہے ؟ سودا ؒ کے اشعار کتنوں کی زبان پر ہیں۔لیکن ان بزرگانِ علم و ادب کے علمی اثرات،اختر عات اور نقوش سے انگریزی ،فارسی اور اُردو کی لو تیز ہے۔ زبان وادب پر ان کے اثرات سے انکار ممکن نہیں۔

اسی طرح اُردو تنقید اُن تہذیبی اثرات کا نتیجہ ہے جو آمد ِاسلام سے ہندوستان کی مقامی بولیوں پر پڑے۔اُردو تنقید کی روایت اُس تہذیب کے زیر اثر پروان چڑھی جس کی شمع مسلمانوں کے ہاتھوں اس خطہ ارض میں روشن ہوئی۔ تہذیب چونکہ ایک انسانی عمل ہے اس لیے تہذیب میں انسانی اعمال وفعال اور ادبی،لسانی اورمعاشرتی سرگرمیوں کا عکس موجود ہوتا ہے۔تخلیقاتِ نظم و نثر ہوں یا دیگر فنون ِ لطیفہ و علمیہ کی اوضاع و اشکال ہوں، یا فن کی کوئی بھی نوعیت ہو اپنی داستانِ سفر میں تہذیبی پس منظر کی نشان دہی کرتی ہے۔

سرزمین ہند میں فارسی شاعری کے آثار سلطان محمود غزنوی (۸۹۸ءتا ۱۰۳۰ء) کے عہد سے نظر آتے ہیں۔وہ خود بھی شاعر اور شعر وادب کا مربی وسرپرست تھا۔اس عہد کے بڑے بڑے فضلاء اور حکومتی عہدوں پر فائز شخصیات علوم ِ لطیفہ کی مزاج دان اور شعروادب سےبھی

روشناس تھیں۔ اسی عہد سے ہند میں غزل گوئی کے بھی آثار ملتے ہیں۔قصیدہ گوئی کا ملکہ قرب بادشاہ کا اہم زریعہ صدیوں سے آزمودہ رہا ہے اور صورت بدل کر آج بھی ایک اہم زریعہ ہے۔اگرچہ اب شاعری کا عنصراس میں مفقود ہے۔

برصغیر پاک وہند میں فارسی شاعری کی روایت نہیں تھی اس روایت کو مسلمان حکمران اپنے ساتھ لائے۔ دیوان شمس تبریز فارسی شاعری میں صوفیانہ روایت کا ایک عظیم شاہ کار ہے۔اسی روایت کے امین فارسی شاعروں کی ہند میں آمدورفت کا طویل سلسلہ ہے ان شعراء کو شاہی مہمان کا درجہ دیا جاتا۔سرکاری عہدے، مناصب،القابات،اعزازات،زمینیں،جائیدادیں،تحائف دیے گئے اور وظائف مقرر کیے گئے۔ہندوستان میں مغلیہ دور حکومت فارسی علم وادب کی روایت ترویج و ترقی اور سرکاری سرپرستی کا گولڈن پیرڈ ہے۔

روایت کیا ہے ؟ حسن عسکری لکھتے ہیں کہ:

''مشرق کی حد تک تو مسئلہ بلکل واضح ہے۔مسلمان ہوں یا ہندو یا بدھ سب کا اتفاق دو چیزوں پر تو ہے ہی۔ پہلی بات یہ ہے کہ معاشرتی روایت،ادبی روایت،دینی روایت یہ الگ الگ چیزیں نہیں بلکہ ایک بڑی اور واحد روایت ہے جو سب کی بنیاد ہے اور باقی چھوٹی روایتیں اِسی کا حصہ ہیں اور اِسی سے نکلی ہیں۔ اسلامی اصطلاح کے مطابق اسی بنیادی روایت کا نام'' دین ''ہے۔ثانوی روایتوں میں شامل ہونے کے لئے اس بنیادی روایت میں شامل ہونا لازمی ہے،دوسری بات یہ ہے کہ بنیادی روایت نکلتی ہے کسی آسمانی یا مقدس کتاب سے،پھر اس کی وضاحت کرتے ہیں اس روایت کے مستند نمائندے،اور صرف اِ ن نمائندوں کا قول استناد کے قابل ہوتا ہے،اور پھر ایک تیسری بات جو ہر زبان میں خود لفظ ''روایت '' کے مفہوم کا لازمی جزو ہے۔یعنی روایت وہ چیز ہے جو ایک آ دمی سے دوسرے آ دمی تک پُہنچائی جائے۔ ''(۱۲)

روایت کےایک آدمی سے دوسرے آدمی تک پُہنچائی جانے والی لازمی چیزوں میں سے ایک بُہت اہم روایت اورعلمی وسیلہ مخطوطہ ہے۔ مخطوطہ عربی زبان کا لفظ ہے۔امام ابن منظور نے لکھا ہے: مخطوطہ المتنین: ممدودَتُھما،وقال الازھری: ممدودۃ خسنہ مستویہ،قال النابغہ: مخطوطہ المتنینِ غیر مُضافٍ وانشد الجوھری للقاطمی: (۱۳)

مخطوطہ اسم مذکر اور مادہ خط ہے۔ فارسی میں خط کے معنی تحریر، نوشتہ، قلم سے کاغذ پر کھینچی گئی لکیریں، کسی بھی زبان کے حروف، علامات اور الفاظ جو صفحہ کاغذ پر لکھے گئے ہوں مثلاً خطِ کوفی،خطِ فارسی، خطِ عربی، نشانی، آیت، نشان، راستہ، شاہرہ، زمین پر بنا ہوا راستہ، دستاویز، لکیر دو نقطوں کے درمیان کم سے کم سے فاصلہ،، لکیر جو دو نقطوں کو ملانے کے لیے کھینچی گئی ہو،نامہ ،چھٹی، مکتوب، رقعہ، حکم، حکمِ الہی،قضا وقدر،عقیدہ، فرمان، اطاعت، چہرہ، داڑھی، تازہ اُگے ہوئے بال، لمبی لکیر، لکھاہوانشان،نشان لگانا،بلقلم لکھنا،سبزہ جو چہرے پر آتا ہے، حجامت،صورت و شکل ،پھر اسی سے خط آنا،خط بنانا،خط بھر آنا وغیرہ جیسےمحاورات زینتِ زبان بنے۔

اسی طرح حسنِ خط، خط و خال،خطِ کردار ،خط اوّل،خطِ تقدیر،خطِ شریف،خطِ شعاع،خطِ استواء اور خطِ آزادی وغیرہ جیسی تراکیب کو وجود ملا ۔ خطِ شکستہ،خطِ نسخ،خطِ میخی،وغیرہ جیسی اقسامِ خطوط، خط سے خطا اور خطا سے،خطا اگر راست آید،تاہم خطا است۔ خطاےء بزرگاں گرفتن،خطا است،جیسی ضرب المثال زباں زدِعام ہیں

علمی اردو لُغت میں مخطوطہ کے معنی درج ہیں: ''قلمی نسخہ'' اور ''غیر مبطوعہ'' کے دیئے گئے ہیں۔(۱۴)

مخطوطہ کو انگریزی میں (Manuscript) کہا جاتا ہے۔ آکسفورڈ ایڈوانس لرنرز ڈکشنری (Oxford Advanced Learner’s Dictionary) میں (MANUSCRIPT) کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Manu-script/noun(abbr.MS) 1a copy of a book, piece of music, etc. before it has been printed: an unpublished/original manuscript…2a very old book or document that was written by hand before printing

was invented."(15)

مخطوطہ کی جمع مخطوطات ہے جس کا معنی ہے قلمی تحریریں، غیر مطبوعہ کتابیں یا رسالےوغیرہ۔بطور اصطلاح بھی مخطوطہ کے معنی قلمی نسخہ بیان کیے ہیں، تاہم اسے فلسفہ کی اصطلاح لکھا ہے۔(١٦)

اُردوجامع انسائیکلوپیڈیا '' میں مخطوطہ کے لفظ، قسم اور اصطلاح کی تشریح و توضیح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

'' زمانہ قدیم میں اُس قلمی نسخے کومخطوطہ کہا جاتا تھا جو پیپرس پرلکھا جاتا تھا۔ بعد ازاں قلمی تحریریں جھلی نما اشیاء پر اور کاغذ کی ایجاد پر یہ تحریریں اس پر لکھی جانے لگیں۔ مخطوطات کی متعدد اقسام ہیں۔مثلاً وہ مخطوطات جو مطلاّو مذیب ہوں یا وہ مخطوطات جن پر سلاطین و امراء کی مہریں یا اُن کے دستخط ثبت ہوں۔ یا وہ مخطوطات جو فتوحات کے موقع پرسلاطین اور سپہ سالاروں کو اموال غنیمت میں حصہ آئے۔ یا وہ مخطوطات جنہیں خود مصنفین نے اپنے ہاتھوں سے لکھا اور وہ بوجوہ شائع نہ ہو سکے۔ یا وہ مخطوطات جن کو مشہور خطاطوں نے لکھا۔ شوقین حضرات قیمتی قسم کے مخطوطات کوخرید کر اپنے پاس محفوظ کر لیتے ہیں۔''(١٧)

انگریزی زبان میں (SCRIBE)کا لفظ لکھنے والے کاتب یا منشی کے لیے استعمال ہوتا ہے اور تحریر کے لیے لفظ(SCRIPT) استعمال ہوتا ہے۔اسی سے لفظ (MANUSCRIPT) بنا یعنی کہ انسان کے ہاتھ کی تحریر کردہ تحریر کو اصطلاحاً مخطوطہ کہا جاتا ہے۔ مخطوطات کے مطعالعات میں لفظ کاتب کو الہامی اہمیت حاصل ہے قرآن کے الفاظ میں کاتب کے لیے اللہ کا حکم ہے کہ وَلْيَكْتُبْ بَيْنَكُمْ كَاتِبٌ بِالْعَدْلِ،کاتب کو عربی میں نساخ ومولف بھی کہتے ہیں۔

مخطوطہ کا لفظ خط کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا رہا ہے۔مخطوطہ تحریر و کتابت کی بنیادی شکل و صورت کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا رہاہے اور یہی معنی اس کے عام طور پر لیے جاتے ہیں۔ ہےلہذا لفظ مخطوطہ،نسخہِ خطی اور کتابِ خطی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اصطلاحِ عام میں مخطوطہ سے مراد وہ کتاب ہے جو قلم کے ذریعے ہاتھ سے لکھی گئی ہو۔ خطاط کاتب یا تحریر نویس کو کہا جاتا ہے۔

ڈاکٹرنسیم فاطمہ لکھتی ہیں :

''مولوی عبدالحق نے (MANUSCRIPT)کے معنی مسودہ،مبیضہ،قلمی نسخہ اور دستاویز بیان کیے ہیں۔قلم سے تحریر قلمی نسخہ ہے لیکن مسودہ اور مبیضہ میں فرق ہے اس طرح دستاویز انگریزی لفظ DOCUMENT کا ترجمہ ہے۔''(١٨)

مسودے کو فارسی میں ''نوشتہ '' کہا جاتا ہے یعنی وہ تحریر جو پہلے سرسری ہو۔ یاسر سری طور پر لکھی جائے تاکہ دوسری دفعہ خوبی اور صفائی سے لکھی جائے۔ گویا پہلی تحریر مسودہ اور صاف کی ہوئی تحریر مبیضہ کہلاتی ہے۔ مبیضہ ہی اس حوالے سے مخطوطہ ہے۔ تاہم صاف کی ہوئی یا اغلاط سے پاک تحریر اگر کسی سرکاری افسر، فرماں روایا حاکم کی دستخط شدہ ہے تو وہ دستاویز کہلائے گی۔

پرنٹر سے الوداع ہوتا کاغذ،پرنٹ ،فوٹو سٹیٹ سے فوٹو کاپی اورفلم سے فلمایا گیا عکس،مخطوطہ نہیں بلکہ عکسی مخطوطہ کہلاتا ہے۔تاہم مخطوطہ اپنی حقیقی معنویت میں ہاتھ کا لکھا ہوا یا نسخہ خطی (Unprinted/ unpublished)ہی رہے گا۔مشین سے نکلا کوئی بھی لفظ اپنی نوعیت میں کسی بھی نوع،قسم،انداز یا رنگ میں کیوں نہ ہو، مخطوطہ نہیں بلکہ پرنٹ ہوتا ہلہذا وہ تحریر جو ہاتھ سے لکھی ہو مخطوطہ کہلاتی ہے۔ ٹائپ شدہ یا کمپیوٹر پر تیار کی گئی تحریر اولین ڈرافٹ،پرنٹ اورمطبوعہ تو شمار ہو سکتی ہے مخطوطہ نہیں۔

پتھر کی سِلوں،مٹی کو لوحوں،لکڑی اور مٹی کی تختیوں،چمڑے، چھال کی تختیوں،جھلی اور ظروف پر کنندہ تحریریں،تصویریں اور عکس ہائے رنگا رنگ عہد پارینہ کی لسانی وادبی تخلیقات اور نقش ہائے حیات کے فن پاروں کو مخطوطات کی مختلف اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔ تصویری آرٹ ،فائن آرٹس کے نقش ہائے رنگا رنگ، مصوّر، کےکمالاتِ مصوری اور فنی تہذیب کےنمونوں تک بھی رسائی ممکن ہوتی ہے مخطوطوں کا رواج کم سے کم یا بالکل ہی ختم

ہو جائے گا تاہم علم کی تاریخ میں مخطوطات کی بطور ماخذ ،اصل حقائق تک رسائی کی اہمیت و افادیت رہے گئی۔ مخطوطات شاعر وادیب کی علمی وادبی کار گزاری، تاریخ و تہذیب اورعلوم وفنون کی تحفیظ وتحقیق کے ماخذ و مخزن ہیں۔ مخطوطات سے ماضی کےادب اور علوم و فنون کا مطالعہ، ماضی کے حالات واقعات کا پتہ،تہذیبی اقدار اور لسانی ارتقاءکا سراغ ملتا ہے۔

مخطوطہ ماضی کی تہذیبی وعلمی میراث ہے۔مخطوطات کے آینہ میں سلاطین کی فتوحات، غراباءکی مشکلات وزرا ءاور روساء کے مشاغل،امراء کی ترجیحات ،سماج میں رواج،، مذہب و عقائد، صوفیا کے افکار،اولیاء کے اوراد، تصوف،تہذیب، تمدن،سماجی روّابط، سیاست کے اثرات اور تاریخ کے واقعات جھلکیاں دکھائی دیتی ہیں۔

مخطوطہ کو تہذیب ِشعرو ادب اور علوم و فنون کی دنیا سے نسبتِ خا ص ہے۔علم و ادب اور پھر ادب میں تخلیقِ ادب کی جو مختلف زبانیں اوربولیاں ہیں اُن کے ارتقاء، لفظیات اور اسلوبیات کے ارتقاء میں مخطوطہ شناسی کی روایت سے روشنی پڑتی ہے۔علوم و فنون اور شعروادب کےعہد بہ عہد معیارات،اصناف ِادب کی مختلف جہات، نظم و نثر کے متنوع اسالیب ِ اور تجربات کے مختلف رنگوں کےتہذیبی عکاسی نظر آتی ہے۔

اردو تنقیدکا تہذیبی ربط ادب کی اُس روایت سے بہت گہراہے،جس کا آغاز مکاتیب رسول ﷺ سے ہوتا ہے۔مکتوبات رسالت مآبﷺ مخطوطات کی صوررت بعض اب بھی موجود ہیں جوتہذیب واخلاق اور فصاحت و بلاغت کے معجزات ہیں۔یہ مخطوطات تہذیبی اور تاریخی دستاویزات ہیں۔اتنا طویل عرصہ گزرنے کے باوجود ، کم ازکم چارمخطوطات ِرسولﷺ تو آج بھی اور یجنل حالت میں موجود ہیں۔ (۱۹)آپﷺ نے بیرون ملک فرماں رواؤں،پڑوسی حکمرانوں، گورنروں،قبائلی سرداروں،سرایہ سالاروں،فوجی افسروں،،اُمرا،اور مقامی انتظامیہ کے نام مراسلت کی۔

عرب عیسائی اور یہودی قبائل سے صلح وصفائی اور باہمی تعاون کے معاہدے،فرامینِ امن اور خط آزادی جیسی مختلف النّوع مراسلت کی۔یہ مراسلت دو طرفہ تھی۔یہ شعبہ پہلے دیوانِ رسالتﷺ اور پھر دیوان انشاء کہلایا۔آپﷺ کے وصال کے بعد صحابہ اکرام نے مکتوب نگاری کے سلسلے کو جاری رکھا۔ (۲۰)

اردو مخطوطہ شناسی کی ایک طویل تاریخ ہے اردو زبان و ادب کا گہرا تعلق اسلامی تاریخ و تہذیب سے ہے۔ اسلامی تاریخ جنگ وجدل، انصاف و عدل اور نورِعلم کی تہذیب ہے۔اسلامی تہذیب میں کاتب کی فضیلت اور فن کتابت کی اہمیت اور ترقی کو خاص توجہ حاصل رہی ہے۔۔اسلام کے ابتدائی دور میں جو لوگ لکھنا جانتے تھے اُن کو سماج میں بڑی قدرو منزلت ملی۔احتراماً اُ ن کے نام کے ساتھ الکاتب (لکھنے والا لگایا جاتا تھا ۔

وحی کی کتابت میں حزم و احتیاط،شخصی امتیازات،طہارت و اخلاص،ایمان وایقان اورمہارتِ فن کے جملہ پہلوؤں کو مدنظر رکھاگیا۔مکی دور میں شرجیل بن حسنہ کندی آپؐ کے اولین اور اہم ترین کاتب تھے۔

سیرت نگاروں نے کم ازکم (۳۳)کاتبین ِوحی اور فرامین ِ رسولؐ کا ذکر کیا ہے،(۲۱)مراسلاتِ رسولؐ کی تعداد ڈھائی سو(۲۵۰) دستا ویزات(۲۳٦) کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔(۲۲)تاہم یہ تعداد ختمی نہیں ہے، کاتبین کی تعداد اور درجات مختلف سیرت نگاروں کے نزدیک مختلف ہے۔

متعدد معائد ات اور داستاویزات،نجی امور سےلیکر سیاست و ریاست سے متعلقہ مشاورت اور حربی امور تک خط و کتابت کی۔ کاتبین نے متعدد خطوط جو بیرون ملک بادشاؤں،عرب حکمرانوں،قبائلی سرداروں ، عرب عیسائی اور یہودی قبائل کے خاندانی سربراؤوں،گورنروں،اُمراء اور روساء نے حضورؐ کی خدمت اقدس میں لکھے تھے کےجوابات تحریر کیے۔ کاتبین ِرسول ؐ کےان مخطوطات نے روایت ِخط و کتابت کو جلا بخشی ہےح عامری،ابو بکر تیمی،عمر بن خطاب عدوی،عثمان بن عفان اموی،اور علی بن ابی طالب ہاشمی و دیگر کاتبین ِرسول اللہ ؐ رہے۔

مخطوطات کو تاریخ کی مستند دستاویزات شمار کیا جاتا ہے۔مخطوطات کی علمی،ادبی،تہذیبی،ثقافتی اور یادگاری حیثیت مسلمہ ہے۔عہدِپارینہ کی تہذیب و تمدن کے عہد بہ عہد

بدلتے رُجحانات و روایات اور علمی چلن کا سراغ مخطوطات سے ملتا ہے۔مخطوطات ادوارِ گزشتہ کےخوش اطوار انساں کے خوش خیال اذہان کی علمی سرگرمیوں کی خوشگوار جھلکیاں دکھاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مخطوطات کو تہذیبی نوادرات میں بھی شمار کیا جاتا ہے۔

خط اقوامِ عالم کی بساطِ سیاست کا ایک اہم راز دان،انسان کے جذباتِ دل اور محبت کا ترجمان ہے۔تاہم سیاست وسفارت،سرکاری اور معاملاتِ خانہ داری میں، حسب ضرورت ردو بدل کے ساتھ خط کے نصاب میں وہ فنی لوازمات ایک روایت کے طور پر ہزاروں سال سے اسی انداز سے رائج ہیں،جہاں سے اس روایت کے کا رواج چلا تھا مثلاً خط کے آغاز میں بسم اللہ،نام،مکتوب الیہ کا نام،حسب حثیت القاب وآداب،مختصر سے تمہیدی یا دُعائیہ کلمات، اصل متن یا مدعا، اختتامی کلمات اور خط کا خاتمہ سلام سے ہونا اور مُہر کا لگانا (سرکاری مراسلت میں)آج بھی مروّج ہے۔

تاہم ،تحصیلِ علم کے لیے کتب اور حرمتِ قلم کے لیے تحفظ کا خیال دنیا کی تمام قوموں میں رہا ہے لیکن مسلمانوں کے لیے اس کا محرک تمدنی ضروریات سے زیادہ دینی تھا۔مسلمان دینی طور پر اس امر کے پابند تھے کہ نبی اکرم ﷺ کے اقوال و افعال اور احوال واعمال قلم بند کریں اور انہیں تحریری شکل میں لاکر آنے والی نسلوں کے لیے محفوظ کر دیں کیونکہ کتابُ اللہ کے ساتھ رسول اللہﷺ کی پیروی کا حکم تھا۔

اسلامی ریاست میں کتب خانوں(Libraries)کی ابتدا حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں ہوئی جب انہوں نے قرآن مجید کےمختلف نسخہ جات کو ایک قرات اور ایک تلفظ کے مطابق لکھوا کر اسلامی ریاست کے مختلف شہروں میں رکھوایا اور لوگوں سے کہا کہ وہ انہی سے کلی یا جزوی طور پر قرآن مجید کی نقول حاصل کریں۔بعد کے ادوار میں مسلمانوں نے اس روایت کو آگے بڑھایا اور چہار سو عالم میں پھیلایا۔

برصغیر پاک و ہند میں مخطوطہ شناسی، مخطوطہ فہمی اور مخطوطات سے استفادہ، ٹھٹھہ، لاہور، ملتان پھر ہندوستان میں دہلی، لکھنو، رامپور، حیدرآباد اور پٹنہ میں اسلامی تہذیب کے پس منظر میں شروع ہوا اگرچہ ہندوستان میں ''شکنتلا ''اور دوسری مذہبی کتابوں کی مخطوطہ شناسی کا عمل پہلے سے موجود تھا۔ اسلامی تہذیب نے پہلے سے موجود اس روایت کو مہمیز بخشی۔

صدیوں سے کتب صرف مخطوطات کی شکل میں ہوتیں تھیں۔ اس لیے ایک مخطوطہ کا ضائع ہونا پوری کتاب اور تصنیف کا ضائع ہو جانا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب اسلام دشمن اقوام جہاں کہیں بھی مسلمانوں پر غالب آئیں انہوں نے انسانوں سے زیادہ کتاب خانوں کو برباد کیا:

> ''انہوں نے مسلمانوں کی دوسری املاک کو اتنا نقصان نہیں پہنچایا۔ جتنا اُن کے کتب خانوں کو پہنچایا۔ انہوں نے کتابوں کو انسانوں سے زیادہ اہم سمجھا۔آبادیوں کا قتلِ عام بعد میں کیا۔پہلے اسلامی کتب خانے لوٹے اور ان میں موجود ہزاروں قیمتی مسوّدات کو جو مختلف علوم و فنون پر مشتمل تھے۔ جلایا یا دریا بُرد کیا۔''(۲۳)

آثارِقدیمہ میں مخطوطہ علمی صفات کا امین ہے۔ علم کا کوئی بھی شعبہ ہو،نظم،نثر، سائنس،ادب، مصوری،آرٹ، تعمیرات،سیاحت فنون لطیفہ کے کئی اور رنگ،فنون مفیدہ کی مختلف اقسامِ فن غرض ہر شعبہ علم کی قدیم و جدید داستان آثارِ قدیمہ اور مخطوطات کی مرہون منت ہے۔ تاہم مخطوطہ کا جعلی، ترمیم شدہ، اضافہ شدہ یا حذف شدہ ہونا ایک علیحدہ بحث ہے۔

اگر تنقید کی زمہ داری غیر جانب داری ہے اورکذب و افترا کا پردہ چاک کرنا،حق و سچ کو سامنے لانا، کھرے وکھوٹےکی پہچان کرنا،صحیح و غلط کا فیصلہ کرنا ،اصلی و جعلی کی شناخت کرنا،اور درست نتائج کا استخراج کرنا اوراثرات کا جائزہ لینا ہے،اگر نقادکا بنیادی منصب حقائق کی باز آفرینی ہے۔اس باز یافت کے سفر میں غلو،اغراق، مبالغہ، احترام، لحاظ عقیدت،محبت،نفرت، رغبت،رشک،رقابت ،رنجش، رُعب، بغض، عناد، مذہبی، مسلکی، لسانی، خاندانی،علاقائی، جغرافیائی،زاتی،اور رنگ و نسل کےتعصبات،سے اپنا دامن بچاناہے، طمع، لالچ،مفاد، غرض ایسے امراض سے پاک دامن رہنا ہے تو بقول امیر خسرو:

اگر تحسینِ شعر خویشتن بر دست ِ خو یشستے

ہمہ کس خویشتن را عنصری و انوری داند

اگر اپنے شعر کی تحسین اپنی ذات پر موقوف ہوتی تو ہر کوءی خود کو عنصری اور انوری خیال کرتا

ولے غواص از دریا گہر بیروں کند اما
چو وقتِ قیمت آید،قیمت آں جوہری داند

غوطہ خور اگر چہ خود دریا سے موتی نکال کر لاتا ہے لیکن جب قیمت طے کی جاتی ہےتو اس کی قیمت جوہری ہی بتاتا ہے۔(۲۴)

قرآن حکیم کی حفاظت کا ذمہ تو خود اللہ تعالٰی نے اُٹھایا ہے تاہم تدوین و تہذیب احادیث و فقہ میں محدثین عظام اور ائمہ اِکرام نے جس طرح اور جس غیر جانب داری سے راہِ تنقید وتحقیق کو منور کیا عالم میں یہ نظیر بے نظیر ہےص جب کہ مغرب میں یہ دور قرون مظلمہ کے نام سے مشہور ہے۔

''سقوطِ روم سے لے کر مسلمانوں کی تسخیر قسطنطنیہ تک کا زمانہ یورپ میں قرونِ مظلمہ(Dark Ages) کے نام سے مشہور ہے۔۴۱۰ءسے ۱۴۵۳ء تک کے ہزار سالہ عرصے میں یورپ میں رومانوی داستانیں(Romances) تو بُہت لکھی گئیں مگر ادبی تنقید پر کام نہ ہونے کے برابرہوا۔''(۲۵)

خاتم النبین ﷺ کی حیات کے بیانات میں وقت کے ساتھ ساتھ جوامتیازات اور ردو بدل ہوا تاریخ اس کی گواہ ہے اور محدثین نے روایت و در ایت کے باب میں جستجوءے گلاب کی تلاش میں جس کانٹوں بھری کٹھن راہ کا سفر کیا ،فنِ تحقیق وتنقید میں اسکی غیر جانبداری تاریخ میں لاریب ہے۔در حقیقت اردو تنقید کی تہذیب نے اسی پرنور روایت سے اپنی راہ روشن کی ہے۔ حسن عسکری لکھتے ہیں :

'' علم و ادب اور فن کے لیے جس لگن اور تڑپ کے نمونے مسلمانوں نے پیش کیے ہیں وہ دنیا کی تاریخ میں ایسی عام چیزنہیں رہی ہے مگر بُہت دونوں سے مسلمانوں نے ان سب چیزوں کو طلاق دے رکھی ہے۔''(۲۶)

مخطوطہ شناسی میں تحریف و ترمیم اور اس کا جعلی ہونا محققین کے لیے ہمیشہ سے ایک اہم مسئلہ رہا ہے۔ کسی مخطوطے کو مطالعے یا تحقیق کا موضوع بنانے سے پہلے ہمیں اس کی اصلیت یا استناد کے بارے میں اطمینان اور تسلی کرنا لازمی ہے اس کی مختلف وجوہات ہیں جعلی کرنسی کا چلن بھی عام روٹین کی بات ہے جعلی نوٹ بازار میں گردش کرتے رہتے ہیں۔ یہی صورت حال بازار علم کی بھی ہے۔دوسرے شعراء کے اشعار اپنے نام سے شائع کرنا یا مشہور کرنا کئی مغا لطوں کو جنم دیتا ہے۔

''بعض اللہ کے بندوں نے بربنائے ایثار، اپنا نام مخفی رکھا اور باقاعدہ ردیف واردیوان تیار کرکے اپنے نتائجِ افکار، اکابر اسلام کے نام سے شائع کردیئے۔''(۲۷)

چناں چہ 'دیوانِ حضرت علی' 'دیوان حضرت غوث اعظم'دیوان خواجہ 'معین الدین چشتی'' دیوان خواجہ بختیار کاکی'شائع کرادیےیہ تو صرف چند مثالیں ہیں۔ ان اکابرِ اسلام کے ناموں کے مخطوطات کی تحقیق اور اصلیت کی پہچان کے لیے ضروری ہے۔کہ مخطوطہ شناس عہد بہ عہد بدلتے رجحانات علم و فن اور عربی و فارسی کے لسانی نشیب و فراز سے آگاہی رکھتا ہو۔

شاہ عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے امام شافعیؒ کے اشعار منقبت میں اپنی طرف سے مسنوب کردیے جو سرا سر امام صاحب کے مسلمہ عقائد کے خلاف تھے۔ جن میں ایسے بزرگوں کے اسماء آتے تھے۔ جو امام کے زمانے میں پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اسی طرح امام مالک کی طرف ایسے عقائد منسوب کر دیئے۔ جن سے امام صاحب کا دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔اردو زبان و ادب میں 'خطوطِ غالب 'مرتبہ از محمد اسماعیل رضا ہمدانی اسی نوعیت کی مثال ہے۔

اُردو مخطوطہ شناسی میں حافظ محمود شیرانی، مولوی عبدالحق، رشید حسن خاں، قاضی عبدالودود، امتیاز علی خاں عرشی، ڈاکٹر جمیل جالبی، مشفق خواجہ و دیگر نے اردو مخطوطات کے حوالے سے اپنے ذوق کی تشفی کی ہے۔ یہ ساری مساعی انفرادی نوعیت کی ہیں۔

اداروں میں فورٹ ولیم کالج کی مطبوعات اجتماعی کاوش اور سیاسی تفکر کی غماز ہیں، فورٹ ولیم کالج کے منشیوں کی عرق ریزی قابل تحسین۔''انجمن ترقی اردو ''ہند و پاکستان ،مرکزی اردو بورڈ،لاہور،پنجاب یونیورسٹی اوردیگر ملکی وغیر ملکی جامعات، انتشارات مرکز تحقیقات فارسی پاکستان وایران ایسے اداروں نے مخطوطہ شناسی کی تہذیبی روایت کو زندہ رکھا۔

عربی و فارسی زبانوں کے مخطوطات کے ساتھ ساتھ مقامی زبانوں اور اردو اور ہندی کی اساطیری دستاویزات مثلاً' شکنتلا ''باغ وبہار'فسانہ عجائب، آرائشِ محفل، مذہب ِعشق، کلیلہ ودمنہ، مثنویات میں سے سحرالبیان، گلزار ِنسیم، کدم راؤ پدم راؤ، پھول بن، نل ودمن، رامائن اور پھر روز نامہ اور قصہ امیر حمزہ، خالق باری۔صوفیاء میں سے خوب محمد چشتی کی ' خوب ترنگ ' اولیاء میں سے شیخ نظام الدین اولیا کے حالات، مقالات و ملفوضات پر متعدد کتب و رسائل موجود ہیں۔'مذہب عشق ' کام کندلا، توتا کہانی، قصہ حاتم طائی وغیرہ کےمخطوطات کو تحریک فورٹ ولیم کالج کے تحت طباعت کے زیور سے آراستہ کیا گیا۔ ''باغ ِاردو ''کو یہ اولیت حاصل ہے کہ یہ فورٹ ولیم کالج کی اولین مطبوعہ کتاب ہے۔

'قصہ مہروماہ ''قصہ لیلیٰ ومجنوں'غواصی کا 'طوطی نامہ 'پھر حیدر بخش حیدری کی 'گلدستہ حیدری 'جس کے لیئے گل کرسٹ نے ۲۰۰ روپے کا انعام بھی تجویز کیا تھا تاہم یہ اس وقت شائع نہ ہو سکی ۔

آج جو اُردو زبان و ادب کی تنقیدی و تحقیقی روایت ہے اس کے پس منظر میں مخطوطہ شناسی کی طویل تہذیبی روایت اور تاریخ ہے۔شعراء کے کلیات اور دیوان ' صوفیہ کی مثنویات اولیاء کےملفوظات،وزراء اور روساء کے تزکرہ جات سب مخطوطات کی صورت منزل ِ طباعت تک پونچے اور خوبصورت،کتاب صورت میں شائع ہوئے۔ورنہ شاہ برہان الدین جانم متوفی (۱۵۲۸ء) کا ' ارشاد نامہ ' 'کلمۃ الحقائق،' 'حجتہ البقاء 'جن کے قلمی نسخے یا مخطوطے آج بھی ''انجمن ترقی اردو پاکستان ''کراچی، میں موجود ہیں اُس عہد کی لسانی و ادبی صورت کی جھلک ہم تک یا موجودہ عہد ہ تک کیسے پونہچ پاتی۔

اردو کے ابتدائی محققین ہی دراصل اردو کے اولین نقاد ہیں۔ ان میں محمد حسین آزاد،حافظ محمود شیرانی اور مولوی محمد شفیع کے نام نامی بہت اہم ہیں۔ ''مقالات شیرانی'' میں مخطوطہ شناسی اور نقدِادب کے حوالے سے وسیع ذخیرہ موجود ہے۔محمد حسین آزاد تاثراتی دبستان ِتنقید کی اولین توانا آوازوں میں سے ہیں۔

بہمنی سلطنت اور سلاطین ِعادل شاہی و بیجاپوری کی ادب سازی، ادب پروری،ادیب نوازی اور علم دوستی کی روایت کا اندازہ ذخائر ِمخطوطات سے بخوبی کیا جا سکتا ہے۔محمد علی قطب شاہ (۱۵۸٦ء) اس کا بیٹا عبداللہ قطب شاہ (۱۳۲۵ء) غواصی، ابن نشاطی، جنیدی، میراں یعقوب اسی کے دور کے شاعر و نثارتھے۔مثنوی اس عہد کی مقبول صنف ِسخن ہے۔غزل اس عہد اور اس کے بعد گولکنڈہ کی مقبول صنف سخن رہی ہے۔مقیمی کی مثنوی ''چندر بن و مہار ''اور امین کی ''بہرام و حسن بانو۔رستمی کا چوبیس ہزار اشعار پر مشتمل خاور نامہ ''اسی دور کی یادگار ہیں جب فارسی تہذیب اُردو تہذیب میں ڈھلنے لگی۔

بیجاپور میں مثنوی، گولکنڈہ میں فتح ناموں اور قصیدہ کی روایت پروان چڑہی۔فتح ناموں میں حسن شوقی کا "فتح نامہ نظام شاہ،مقیمی کا فتح نامہ بکھیری،میں جو مدح کی روایت ہے بزرگانِ دین میں علی عادل شاہ نے گیسو دراز کی مدح لکھی،اُس عہد کی اس صنف میں نصرتی کے 'علی نامہ ؛ کےساتھ قصیدہ نگاری اپنے نقطہ عروج پر دکھاءی دیتی ہے۔ اسی طرح مرثیہ کی روایت کا بھی پتہ چلتا ہے کیونکہ عادل شاءی حکمران ذیادہ تر شعیہ تھے۔ہجو کا آغاز بھی اسی دور سے ہوتا ہےاور نثر مذہبی موضوعات کی ترجمان ہے۔ براہان الدین جانم کی ''کلمۃالحقائق ''امین الدین اعلی کے نثری رسائل ''گنج مخفی اور رسالہ ءوجودیہ'' غرض ان تمام حقائق کی بازیافت اس عہد کی ادبی مخطوطوں ہی کی بدولت ہوئی ۔ مخطوطہ شناسی کی وجہ سے شہرت و اشاعت کی منزل پر فائز ہوئی۔

اردو مخطوطہ شناسی کی روایت دراصل اردو زبان و ادب کی تہذیبی،تحقیقی اور تنقیدی

روایت کی امین ہے۔ اردو زبان کے مایہ خمیر میں دراصل جتنی مقامی بولیوں بڑی زبانوں اور تہذیبوں کا عمل دخل رہا ہے اتنا ہی قدیم اور تاریخی حصہ ان مخطوطات کا بھی ہے۔ جن کے تراجم نے تحقیق وتنقید کی تہذیبی روایت کو پروان چڑھایا۔

مخطوطہ شناسی میں جہاں تک شہادت و اسناد کا تعلق ہے۔ان میں مخطوطہ کی اقسام بہ لحاظ صنف، زبان،جغرافیہ، مصنف کا زمانہ،سال، مہینہ،تاریخ،مقامِ تحریر،سن عیسوی یا ہجری یا دونوں، تصنیف، سببِ تصنیف وتالیف،مجلد،غیر مجلد،نیم مجلد،قسم منقش وگل کار یا سادہ،کاغذ،کیفیتِ کاغذ،اعلی،عمدہ،خستہ، چسپیدہ،آب رسیدہ، کِرم خوردہ،یا زیب دیدہ،حالتِ اوراق و صفحا ت،اقسامِ خط، متن،کیفیت ِ متن مکمل یا نامکمل،متن کے اختلاف ِخطوط،نثری و نظمی متن کی تخصیص،کلمہ،جملہ، روشنائی کا رنگ،مدھم یا پھیلی ہوئی، خوش رنگ یا بد رنگ، تراکیب،اسالیب،مو ضو عات کی تقسیم و ترتیب،تصیحح و ترمیم شدہ یا اضافہ وتنسیخ شدہ،طباعت وضخامت اورسائزوغیرہ جیسی اہم شہادتوں اور اسناد کی تحقیق وتدقیق،لسانی تغیرات،سائنسی ایجادات،زمانی واقعات اور ادبی و سیاسی تحریکات کا ذکر کسی مخطوطہ کے تفہیم،تجزیے، تحقیق،شہادت اور اسناد کے لیے معاون ثابت ہوتے ہیں۔

اگر کسی مخطوطے میں سنین یا اس کے بنیادی و ثانوی نسخے کا مسلہ ہو تو اُس عہد میں رواج پانے والے الفاظ اور ایجادات سے اس کا قیاسی زمانہ تعین کیا جاسکتا ہے۔ مخطوطے کا خط اور کاغذ کی نوعیت اور اقسام سے بھی عہد کا تعین کیا جاسکتا ہے۔ مختلف ممالک میں کاغذ کی استعمال ہونے والی مختلف اقسام، قرات ِمتن، دوسری داخلی و خارجی اور تہذیبی شہادتوں سے بھی مخطوطے کی قدامت و جدت اور معتبر نسخہ ہونے کی سند کا پتہ لگایا جا سکتا ہے۔

کاتبوں کی اغلاط کے حوالے سے ضیاہ احمد بدیوانی نے لکھتے ہیں:

> ’’فارسی اور اردو میں نظم و نثر۔ ادب،مذہب،تاریخ و تذکرہ غرض ہر فن میں ہمارے کاتبوں نے ’اصلاح‘،دی ہے۔‘‘(۲۸)

اس ’’اصلاح‘‘ سے محقق کو محتاط رہنا پڑے گا۔کاتب و مترجم کی اصلاحات،اختصارات ومخففات کی عدم احتیاط سے تفہیمی اغلاط ومغالطے اور گمراءکن نتائج برآمد ہو تے ہیں۔

مخطوطہ شناسی کی روایت علوم و فنون شناسی کی روایت ہے۔ اہلِ اردو نے اپنی اس تہذیبی ورثے سے استفادہ کیا اور روایت کو متنو ع تجربات کے ساتھ آگے بڑھایا۔ بلا شبہ مخطوطات اردو زبان و ادب کے ماخذات ہیں۔ یہ وہ کیاری ہے جس میں ادبیاتِ عالم کےگُل ہائے خوش رنگ کا بیج بویا گیا جن کی خوشبو چہار سو پھیلی۔ دیوان ِغزلیات اورمراثی و قصائد کے کلیات نے اپنے لیے راہ ِاظہار پائی۔

مخطوطہ کے لیے دور جدید میں ہاتھ سے لکھا ہونا لازمی نہیں ۔ کیونکہ عہدِجدید میں لفظ اپنی صورت ِاظہار اور خیال اپنے ابلاغ کے لیے محتاجِ نوکِ قلم نہیں ۔ الیکٹرانک آسائشات نے مشقتِ دست و قلم میں جب سے انسان کا ہاتھ بٹایا ہے کاتبین نے بھی دم لیا ہے۔ اب کےدور میں کمپیوٹر پر اصل نسخہ تیار کرنے کا رواج عام ہے۔ ٹائیپ رائیٹر اورالیکٹرانک آلات مثلاً، کمپیو ٹر،ریڈیو، ویڈیو، ایپ،ٹیپ، ٹی وی،ٹویٹ،ٹویٹر،میل،ہاٹ میل،جی میل،میڈیا، موبائل جیسے وسائل اور دیگر ذرائع ابلاغ کو بروئے کار لایا جاتا ہے۔

اب تحریر ہو کہ تحریف ، تقریر ہو یا ، تصویر،مشقتِ دست وقلم سے قلم بند کرنے اور پیئنٹ اور برش سے رنگوں کی قوس وقزح بکھیرنے کے بجائے اب کمپیوٹر ٹیکنالوجی کی بدولت اصل سے بھی اعلی نسخہ تیار کرنے کرلیا جاتاہے۔ پرنٹر سے الوداع ہوتا کاغذ،پرنٹ، فوٹو سٹیٹ سے فوٹو کاپی اورفلم سے فلمایا گیا عکس،مخطوطہ نہیں بلکہ عکسی مخطوطہ کہلاتا ہے۔تاہم مخطوطہ اپنی حقیقی معنویت میں ہاتھ کا لکھا ہوا یا نسخہ خطی (Unprinted/ unpublished) ہی رہے گا۔مشین سے نکلا کوئی بھی لفظ اپنی نوعیت میں کسی بھی نوع،قسم،انداز یا رنگ میں کیوں نہ ہو، مخطوطہ نہیں بلکہ پرنٹ ہوتا ہے۔

علم بشریات (Anthropology)اور آثارِ قدیمہ(Archelogy) کی عمارت اوّلاًمخطوطات اور ثانیاًباقیات حیا تِ قدیمہ پر استوار ہے۔علو مِ سائنس وسوشل سائنس،تاریخ ِعالم،میڈیکل

ریسرچ،ایگری کلچر، کلچر علومِ سماجیات او رتہذیبِ جدید کا چراغ مخطوطات کی لو سے گِراں بار ہے۔اردو تنقید و تحقیق میں تہذیب شناسی میں مخطوطہ شناسی کی اہمیت اظہرمن شمس ہے۔ تاہم عہدِگزشتہ کی یادکو شبِ رفتہ کا خواب سمجھ کر اس کی تعبیر کے لیے اپنے قواء کے ضیاع،وقت کے ضیا ع اورکف ِافسوس کے سوا کیا دے گا۔

ادوارِ گزشتہ کی یاداشت کے طور پر مخطوطہ کی قدرو قیمت اور اہمیت اپنی جگہ۔ حقیقت کادوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ مخطوطہ اپنی بہار گزار، عمر کا جام بھر چکا ہے۔ سائنس و ٹیکنالوجی کی مہا ترقی کے خُشک دور میں مخطوطات کی نئی فصل کے ثمرات سمیٹنا تو درکنار اُگنا ہی محال ہے۔سچ تو یہ ہے کہ نئی دنیااور نئے زمانے میں نئے مخطوطوں کا وجود اب نابود ہے۔

تاہم مخطوطہ ماضی کی مضبوط،اہم، توانا ، علمی وادبی اور تہذیبی روایت ہے۔مخطوطہ نے اپنی علمی قوّت سے تہذیب کے سفر کو توانائی بخشی۔ماضی کی یاد گاراور یاد اشت کے طور پر مخطوطہ نویسی کی روایت ذہنِ انساں کے لیےتدبر وتفکر اور غور وفکر کا ساماں فراہم کرتی رہے گئی۔

حوالہ جات

۱۔ امام ابنِ منظور،لسان العرب،طبع ملونہ،الجزء الخامس عشر،بیروت۔لبنان،۱۹۹۵ءمیلادیہ،باب الہا،ص ۶۳

۲۔ الدکتور،خلیل البحر،لاروس،المعجم العربی الحدیث،مکتبہ لاروس،ص۱۲۶۶

۳۔ لغتِ جامع ،جی سی یو، (فارسی۔اُردو)ج، دوم،مجلس تحقیق وتالیف،جی سی یونیورسٹی،لاہور،۲۰۱۸ءص۳۰۱

4. Advanced learners Dictionary, New 8th Edition, Oxford University Press, 2011, P.370

۵۔ خلیفہ عبدالحکیم،ثقافت کیا ہے؟،ادارہ ثقافت اسلامیہ،لاہور،س۔ن ص۱۲

۶۔ ظفر حسین ظفر،ڈاکٹر، تہذیب و ثقافت کا باہمی تعلق، (مشمولہ)،الایام،ج،۷،شمارہ،۲۰۱۶ص ۳۶

۷۔ تاریخ ادبیات مسلمانانِ پاکستان وہندپنجاب یونیورسٹی،لاہور،ج،۳ص۶۳

۸۔ وہاب اشرفی،پروفیسر،تاریخ ادبیاتِ عالم،ایجو کیشنل پبلشنگ ہاوس دہلی،ج،دوم،۱۹۹۵ء،ص۲۹۸

۹۔ محمد اقبالؒ،علامہ،ڈاکٹر، (مشمولہ)،نقوش،رسول نمبرﷺ،ج، چہارم،شمارہ نمبر ۱۳۰،ادارہ فروغِ اُردو، لاہور، جنوری ۱۹۸۳ء،ص۲۴۷

۱۰۔ پروفیسر لطیف اللہ(مترجم)،دیباچہ غرۃ الکمال،امیرخسروؒ،،شہرزاد،کراچی،۱۴۲۵ھ،ص۱۵۳

۱۱۔ جمیل جالبی،ڈاکٹر،تاریخ ادبِ اُردو،ج،اول،مجلس ترقی ادب،لاہور،طبع چہارم،۱۹۹۵ء،ص۳

۱۲۔ محمد حسن عسکری،مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلیکیشنز،لاہور،لاہور،۲۰۰۰ءص ۶۳۵

۱۳۔ امام ابنِ منظور،لسان العرب الجزء الثالث،باب الخاء،ص۲۲۵

۱۴۔ وارث سرہندی،علمی اُردو لُغت،علمی کتاب خانہ،لاہور،۱۳۵۹

15. Oxford Advanced Learners Dictionary,8th Edition,P.938

۱۶۔ منہاج الدین،شیخ پروفیسر،قاموس الاصطلاحات،مغربی پاکستان اردو اکیڈمی،لاہور،۱۹۳۵ء،ص۳۸۶

۱۷۔ حامد علی خان،مولانا،مدیر اعلی،اُردوجامع انسایکلوپیڈیا،ج،دوم،لاہور،۱۹۸۷ء،ص۱۸۸۲

۱۸۔ نسیم فاطمہ،ڈاکٹر،اُردو مخطوطات کی کٹلاگ سازی اور میعار بندی،لائبریری پروموشن بیورو،۲۰۰۰ء،ص۲

۱۹۔ نقوش نقو ش، رسول نمبرؐ۔ج،دوازدہم،ص۳۰۔

۲۰۔ ایضاً،ص۵۸۹

۲۱۔ ایضاً،ج،۵،ص۵۹۴

۲۲۔ ایضاً،ص۵۹۰

۲۳۔ اےمحمد،میاں صدیق،ڈاکٹر،مضمون، (مشمولہ)،فکرو نظر،مخطوطات نمبر،ص۲۷س ن

۲۴۔ لطیف اللہ،پروفیسر مترجم۔ دیباچہ غرۃ الکمال،امیرخسروؒ،،شہرزاد،کراچی،۱۴۲۵ھ،ص۱۵۳

۲۵۔ عابد علی عابد،سید،پروفیسر،اُصول انتقادِادبیات،سنگ میل پبلیکیشنز،لاہور،۲۰۰۶،ص۱۱۹،

۲۶۔ محمد حسن عسکری،مجموعہ محمد حسن عسکری، سنگ میل پبلیکیشنز،لاہور،لاہور،۲۰۰۰ءص۱۱۳۰

۲۷۔ رفاقت علی شاہد، (مرتب)،ضیاہ احمدبدایونی،مشمولہ، فن خطاطی و مخطوطہ شناسی،القمر انٹرپرائزر، لاہور، ۲۰۱۰ء، ص۲۳۸

۲۸۔ فضل حق،ڈاکٹر،(مرتب)، ضیاہ احمدبدایونی،مشمولہ، فن خطاطی و مخطوطہ شناسی،شعبہ اردو،دہلی یونیورسٹی، ۱۹۸۲ء ص۲۱